سیّد ابوالحسن علی ندوی

ایک نیا چیلنج اور اس کا مقابلہ

[عہد حاضر کے بلند پایہ مصنف اور صاحبِ نظر عالمِ دین مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کی آپ بیتی، "کاروانِ زندگی" کے نام سے شائع ہو رہی ہے، اس کی ابتدائی چار جلدیں پہلے لکھنؤ اور پھر کراچی سے یکے بعد دیگرے شائع ہوئیں۔ پانچویں جلد پچھلے سال مکتبۂ اسلام - لکھنؤ سے شائع ہوئی، اور شاید وطنِ عزیز میں بھی شائع ہونے والی ہے۔ مولانا محترم نے جس طرح "کاروانِ زندگی" کی پہلی جلدوں میں آپ بیتی کے رنگ میں اُن تمام واقعات و حادثات پر تبصرہ کیا ہے جن کا تعلق براہِ راست یا بالواسطہ امتِ مسلمہ اور ہندوستانی مسلمانوں سے ہے، اسی طرح پانچویں جلد میں دسمبر ۱۹۹۰ء سے دسمبر ۱۹۹۳ء کی "اُمت بیتی" بیان کر دی ہے۔ اس تین سالہ مختصر عرصے میں عالمِ اسلام اور اُمت مسلمہ کے لیے غم و اندوہ اور مسرت و ابتہاج کے مِلے جُلے واقعات ظہور میں آئے۔ ایک طرف خلیج کی افسوس ناک جنگ ہے جس نے عالمِ اسلام اور بالخصوص عرب دُنیا کے ذرائع و وسائل پر کاری ضرب لگائی۔ دوسری طرف سوویت یونین کی شکست و ریخت سے وسطِ ایشیا کی مسلمان ریاستوں کو آزادی نصیب ہوئی جو تعمیر ریاست و حکومت کی مشکلات و مصائب سے گزر رہی ہیں۔ خود مولانا محترم کے وطن میں مسلم پرسنل لاء پر حملے ہوئے اور بابری مسجد کے انہدام کا دل سوز سانحہ پیش آیا۔ مذکورہ عرصے میں "مسلم بنیاد پرستی" کے نام پر اسلامی تحریکوں کے خلاف امریکہ اور مغربی یورپ کے ممالک میں پروپیگنڈے نے زور پکڑا۔ مولانا محترم نے ان سب واقعات پر اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے اور ایک صاحبِ قلم اصلاحِ حال کے لیے جو کچھ کر سکتا ہے، مولانا نے اس سے دریغ نہیں کیا۔

اسلامی تحریکوں کے خلاف مغربی مہم کے حوالے سے مولانا محترم نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی انجمن الاصلاح سے "ایک نیا چیلنج اور اس کا مقابلہ" کے عنوان سے خطاب کیا۔ (۱۴ مئی ۱۹۹۳ء) اسی زمانے میں مولانا کو یورپ و امریکہ کا دورہ کرنے کا موقع ملا تو اس تعلق سے "بنیاد پرستوں اور بنیاد پرستی کے خلاف امریکہ کی عالمی مہم" کا جائزہ آپ بیتی کا حصہ بن گیا۔ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" کے قارئین کے لیے مولانا محترم اور اُن کے ناشر کے شکریے کے ساتھ دونوں اقتباسات آئندہ صفحات میں نقل کیے جاتے ہیں۔ مدیر]

ایک نیا چیلنج اور اُس کا مقابلہ

صدیوں کے بعد یہ بات پیش آئی ہے کہ یہودی دماغ اور عیسائی طاقت دونوں متحد ہو گئے ہیں، حالانکہ دو مذہبوں میں جو زیادہ سے زیادہ تضاد ہو سکتا ہے، وہ یہودیت اور عیسائیت میں ہے، عیسائیت کی بنیاد اس پر ہے کہ مسیح "ابن اللہ" ہیں، اور یہودی حضرت مسیح پر نسبی تہمت لگاتے ہیں، جو کوئی عیسائی برداشت نہیں کر سکتا تھا، لیکن اس کو فراموش کر دیا گیا یہاں تک کہ پاپائے اعظم نے یہودیوں کے قصور کو معاف کر دیا۔

اس وقت یہ ایک بڑی گہری سازش ہے جس کا عنوان اختیار کیا گیا ہے، (Fundamentalist) روس کے زوال کے بعد امریکہ، برطانیہ اور ساری یورپ کی طاقتوں نے سمجھ لیا ہے کہ اگر اب خطرہ ہو سکتا ہے اور کوئی حریف میدان میں آسکتا ہے تو وہ صرف اسلام اور مسلمان ہیں، اس لیے انہوں نے بڑی ہوشیاری سے (اور اس میں یہودی دماغ کا زیادہ حصّہ ہے) اس کو عنوان دیا ہے Fundamentalist کا یعنی اُصول پرست، قدامت پرست، بنیاد پرست اور قدیم ذخیرہ کے پرستار، ہمارے بچپن میں اس مقصد کے لیے "دقیانوسی" کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی، یعنی لکیر کا فقیر اور ہر پرانی چیز کا حامی اور پرستار، اسی طرح اس وقت اس "دقیانوسی" کی اصطلاح کی جگہ پر Fundamentalist کی اصطلاح استعمال کی جارہی ہے، اور اس کا اس قدر پروپیگنڈا ہے، اور اس زور و شور، بلند آہنگی اور منظّم طریقہ پر یہ بات کہی جارہی ہے کہ آدمی کے لیے مشکل ہو گیا ہے کہ وہ اقرار کر لے اور کہے کہ میں Fundamentalist ہوں، حالانکہ ایک مذہبی آدمی کے لیے دینی عقائد، معیّن شریعت، کچھ مسلّمات و قطعیات اخلاقی اصول اور بلند معیار کا پابند ہونا ضروری ہے اور Fundamentalist کے معنی ہی یہی ہیں کہ وہ منصوصات قطعیہ پر، آسمانی صحیفوں پر اور کتاب اللہ میں آئی ہوئی باتوں پر (اگر وہ عیسائی ہے تو انجیل پر) اور اگر مسلمان ہے تو اللہ کے آخری کلام قرآن مجید کے بیانات پر اس کی تعلیمات اور اس کے احکام پر یقین رکھے۔

اس وقت Fundamentalist کی اصطلاح اتنی عام ہو گئی ہے کہ اب یہ اصطلاح ممالک عربیہ میں پہنچا دی گئی ہے، وہاں اس کے لیے "مبدئین" "رجعیین" "مترمتین" "منطرفین" کے الفاظ پہلے سے موجود تھے، اور اس کے مقابلہ میں "متنوّرین" اور تقدمیین" (روشن خیال اور ترقی پسند) کے الفاظ اہلِ قلم اور مقررین استعمال کرتے تھے، ابھی ہمارے پاس ایک عرب علاقہ سے خط آیا ہے کہ متشدّدین کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ ہم چند مفکّرین اور علماء کے نام ایک سوال نامہ بھیج رہے ہیں کہ جو احکامِ شریعت اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق حکومت اور معاشرہ کو ڈھالنا چاہتے ہیں، اور اسلامی قانون کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں، ان کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟

Fundamentalist کا ترجمہ تو اصل میں "مبدئین" ہے جو مبادی و اصول پر یقین رکھتے ہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ دنیا کا سارا فساد یہ ہے کہ کسی اصول پر، کسی بنیاد پر یقین نہیں ہے، خالص نفس پرستی ہے اور اپنے نفس کی تسکین کا سامان کرنا ہے وہ خواہ تمام مسلمہ اصولوں کے خلاف ہو اور پورے معاشرہ پر، انسانیت پر، عہد پر اس کا خواہ کچھ بھی اثر پڑے لیکن اپنا کام نکالنا ہے، یہ معنی تھے بے اصولی کے اور اُسی بے اصولی نے دنیا کو آج اِس جگہ پہنچا دیا ہے کہ کسی وقت بھی اس کی قیامت آ سکتی ہے، اصل قیامت تو اللہ تعالیٰ اپنے وقت پر لائے گا، لیکن قیامت صغریٰ کسی بھی وقت ہو سکتی ہے، پہلی جنگِ عظیم بھی ایک طرح کی قیامت صغریٰ تھی، دوسری جنگ عظیم بھی، ایسی جنگیں پھر ہو سکتی ہیں، اور اس بڑے پیمانہ پر ہو سکتی ہیں، وہ صرف برطانیہ اور جرمنی کی جنگ تھی، اس میں کچھ اور طاقتیں شامل ہو گئی تھیں، اور دوسری جنگ بھی ایسی تھی، اس وقت ایٹمی ہتھیار بھی نہیں تھے، اب ایٹمی ہتھیار بھی ہیں، دوسرے اس جنگ کا رقبہ اس سے کہیں زیادہ ہو گا، اور وہ سب نتیجہ ہو گا بے اصولی کا، نفس پرستی کا، مطلق آزادی کا اور دین سے دوری کا، لیکن ان ترقی پسندوں اور اسلام دشمنوں کو شرم نہیں آتی اُنہوں نے یہ اصطلاح ایجاد کی حالانکہ سارا فساد ہی یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ظهر الفساد في البر و البحر بما كسبت أيدى الناس ليذيقهم بعض الذى عملوا لعلهم يرجعون (سورة روم ۴۱)

یہ کیا ہے؟ قرآن مجید کی اِس آیت کے پورے سیاق و سباق پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ "ظهر الفساد في البر و البحر" میں "بما كسبت ايدى الناس" جو کہا ہے اس میں یہی بے اصولی، نفسی پرستی، "مکمل آزادی" ہر طرح کی چھوٹ اور نفس کی تسکین کا ہر قیمت پر سامان کرنا ہے۔ Fundamentalism کے مُنکروں کے خیالات اور اُن کے مقاصد میں اور اُن کی دعوت میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بماكسبت ايدى الناس"۔ خیال تو کیجیے قرآن مجید کی بلاغت کا کہ اُس کی نسبت "ايدى الناس" کی طرف کی ہے، اس کی نسبت کسی اور کی طرف نہیں کی "بما كسبت ايدى الناس" جو لوگوں کے ہاتھوں نے کیا ہے، ان لوگوں کے ہاتھوں نے کیا ہے جو کسی اصول پر ایمان نہیں رکھتے، کسی بنیاد پر اُن کا اتفاق نہیں تھا، اُن کے لیے کوئی حدود مقرر نہیں تھیں کہ یہاں تک جائیں گے، اور اِس کے بعد آگے نہیں جائیں گے۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ وقت بڑا نازک اور خطرناک ہے، اس میں تحریری صلاحیت، بیانی صلاحیت، خطابت کی صلاحیت، تفہیم کی صلاحیت، تبادلۂ خیال کی صلاحیت، ان سب چیزوں کی ضرورت ہے، یہ ایک عالمی سازش ہے جو وسیع پیمانہ پر بھی ہے اور نہایت گہرے پیمانہ پر بھی، اس کے مضمرات بہت دقیق اور عمیق ہیں، اتنی بڑی سازش کم سے کم میرے محدود مطالعہ میں نہیں ہے، یہودی و عیسائی اس پر متحد ہو گئے ہیں کہ دنیا میں Fundamentalism کا مقابلہ کیا جائے، یعنی کوئی

اصول ہی باقی نہ رہے، حدود ہی باقی نہ رہیں، سب کر سکتے ہو، جیسا کہ یونان کا ایک فلسفہ تھا لذّتیت (عربی میں ابیقوریتہ، (Epicureanism) اس کا تاریخِ اخلاق یورپ میں اسی طرح کا ذکر آتا ہے، لذّتیت کے معنی یہ تھے کہ جس میں مزہ آئے وہ کرنا چاہیے، آج کا یورپ گویا بالکل اسی انداز سے سوچ رہا ہے، یورپ کا پورا دماغ گویا لذّتی ہی بن کر رہ گیا ہے، جس میں مزہ آئے، جس میں فائدہ ہو وہ کرو، البتہ لذّت کو انہوں نے اور وسیع کر دیا ہے کہ لذّتِ بطن یا لذتِ لسان ہی نہیں بلکہ وہ لذّت ذہن بھی ہے، لذتِ سیاسی بھی اور لذّتِ سائنسی بھی اس میں شامل ہے، اور وہ جو ایک فاتحانہ خوشی ہوتی ہے وہ بھی اس میں شامل ہے، یہ اس وقت کی اتنی گہری سازش ہے جس سے بڑھ کر کوئی سازش نہیں اور اس کے آثار نظر آرہے ہیں، عرب ممالک میں بھی، خلیج میں بھی یہ بات اب داخل ہو گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ متشدّدین کا مقابلہ کرنا چاہیے، الجزائر، تونس اور لیبیا میں تو یہ معرکہ پہلے سے گرم تھا اور وہاں مذہبی جذبہ، وسیع دین داری، اور اسلام کے غلبہ کی کوشش کے خلاف صلیبی جنگ ہو رہی ہے۔

متشدّدین کی کیا مانگیں ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ معاشرہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہو، اس میں خوفِ خدا ہو، خوفِ آخرت ہو، اس میں دوسروں کے حقوق کا لحاظ ہو، جو لوگ "احکام شرعیہ" کو جاری کرنا چاہتے ہیں (تعزیرات تو بڑی چیزیں ہیں) جو روزمرہ کے حالات میں اور قابلِ عمل حدود کے اندر احکام شرعیہ کا اجراء چاہتے ہیں، ان سے بھی حکومتیں ڈر رہی ہیں اور وہاں سے نکلنے والے اخبارات اور وہاں سے آنے والے خطوط سے یہ حقیقت جھلکتی ہے۔

امریکہ اور برطانیہ Fundamentalism کے بارہ میں بالکل اسی طرح سوچ رہا ہے، پروپیگنڈا کر رہا ہے بلکہ اس کی صدائے بازگشت اب مشرقی ممالک سے بھی آرہی ہے۔

یہ ایک بڑی اور گہری سازش ہے جس کے لیے آپ کو بڑے پیمانہ پر عملی تیاری کرنی ہے، عقیدہ، ایمان، تعلق مع اللہ، دین کی پابندی اور آخرت کے خیال کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ یہ سب "بنیادی" باتیں ہیں، دقیانوسی خیالات ہیں، فرسودہ باتیں ہیں، یہ لوگ حرام و حلال، طاعت و معصیت، معروف و منکر کے فرق کو ختم کر دینا چاہتے ہیں، اس کے مقابلہ کے لیے عالمِ اسلام کے عالموں، دانشوروں، ادیبوں، اہلِ قلم و اہلِ صحافت اور قائدین کو ایک منظم اور طاقتور محاذ قائم کرنا ہے، ورنہ دینی بنیادیں ہی متزلزل نہیں ہوں گی، نظامِ عالم اور امنِ عالم بھی متزلزل ہو جائے گا، اور مذاہب ہی نہیں پورا نظامِ عالم خطرہ میں پڑ جائے گا، اور وہ افراتفری، انارکی اور اجتماعی عالمی خودکشی کی صورت پیدا ہو گی کہ دُنیا کی اِس بساط کو اُلٹ کر رکھ دینا ہی مناسب معلوم ہو گا۔

"بنیاد پرستوں" اور "بنیاد پرستی" کے خلاف امریکہ کی عالمی مہم

بعض بلیغ اور عمیق المعانی اشعار ایسے ہیں جو کثرت استعمال اور موقعہ بے موقعہ ان سے کام لینے کی وجہ سے اپنی معنویت و گہرائی اور غور طلبی یا سنسنی خیزی کو کھو چکے ہیں، اور یہ معاملہ ہر زبان کے ساتھ پیش آیا ہے، انہیں میں سودا کا یہ شعر ہے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں
تڑپے ہے مُرغ قبلہ نما آشیانہ میں

اسلامی ذہن و اعتقاد، فکر و نظر اور مسلم معاشرہ و ماحول کو تاریخ کے مختلف وقفوں میں بہت سی انتشار انگیز اور گمراہ کن یا تشکیکی تحریکوں اور دعوتوں کا سامنا کرنا پڑا جن میں اعتزال اور خلق قرآن کا عقیدہ، فلسفۂ یونان سے حد سے بڑھی ہوئی مرعوبیت، اور اس کے مطابق دین کے حقائق و عقائد کی تاویل و تشریح، پھر دور آخر میں مغربی فلسفہ اور مغربی تہذیب سے مرعوبیت، اس کے سامنے سپر اندازی، اور اس کے مطابق دین کی اور بعض اوقات قرآن کی تفسیر و تاویل، پھر آخر میں الحاد و لادینیت کا رُجحان جو جدید تعلیم اور مغربی اقتدار کے اثر سے بہت سے مسلم ممالک اور جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں پیدا ہوا۔

لیکن ان میں سے کوئی چیز (اپنی وقتی اور مقامی سحر انگیزی اور دل کشی کے باوجود) اسلام کے وجود و بقا کے لیے خطرہ اور اس کو زندگی سے خارج کرنے اور ہر طرح کے اثر اور کامیابی سے محروم کرنے کے لیے ایک گہری سازش اور پھر پورے عالمِ اسلام کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت نہیں رکھتی تھی، جتنی امریکہ سے اٹھنے والی بنیاد پرستی اور بنیاد پرستوں (Fundamentalists) کے خلاف نعرہ، جدّوجہد اور ایک منصوبہ بند عالم گیر تحریک و دعوت ہے، جس میں یہودی دماغ، امریکہ اور یورپ کا ذہنی و علمی و فکری، دعوتی سطح پر احساس کمتری (Inferiority Complex) اسلام کے دائرہ کی وسعت اور خود مغرب میں اس کی اشاعت و مقبولیت کا خطرہ اور آخر میں روس کے انقلاب کے بعد اسلام اور ایک طاقتور اسلامی دنیا کا (جس میں اسلام کا احیاء اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا جذبہ پایا جاتا ہے، اور اس میں دنیا کے سامنے ایک سحر انگیز نمونہ پیش کرنے کی صلاحیت ہے) مادّہ پرست مغرب کے خلاف ایک طاقتور محاذ بن جانے کا خطرہ شامل ہے، اس کا اصل محرک ہے۔

یہ تحریک جو نشر و اشاعت کے ذرائع، ترغیب و ترہیب، سیاسی و فوجی رشوتوں، وفود کی آمدورفت، بین الاقوامی مجلسوں اور سب سے بڑھ کر خود اسلامی ملکوں کو اس طبقہ سے خوفزدہ کرنے کے ذریعہ جوان اسلامی ملکوں میں اسلام کو زندگی میں داخل کرنے اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے، پہنچائی اور پھیلائی جارہی ہے، اور خود مسلم و عرب ممالک میں صاحبِ اقتدار طبقہ، اور نظام تعلیم اور صحافت و اشاعت کے ذرائع پر قابو رکھنے والے طبقہ میں ہراس پیدا کیا جارہا ہے، کہ اگر یہ

اسلام پسند طبقہ (جس کے لیے "بنیاد پرست" کی اصطلاح ایجاد کی گئی ہے) کامیاب اور حاوی ہو گیا، تو یہ حکومتوں اور رہنما اداروں کے لیے پیغامِ موت ہو گا، ان کو ہر طرح کے اقتدار اور نفوذ و اثر سے محروم ہونا پڑے گا، بلکہ ان کو ان ملکوں میں زندگی گذارنی بھی مشکل ہو جائے گی، جہاں وہ سیاہ سپید کے مالک اور مطلق العنان حاکم ہیں۔

یہ خیال مسلم و عرب ممالک میں تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور مقبولیت حاصل کر رہا ہے، بعض ملکوں میں (جن میں افریقہ کے متعدد عرب ممالک الجزائر، تیونس، لیبیا پیش پیش ہیں، اور مصر نے بھی اب اس دائرہ میں قدم رکھ دیا ہے) اب ساری توجہ اور جدّوجہد اسی طبقہ اور جماعت کو بے اثر بنا دینے، بلکہ ان کے خطرہ سے مستقل طور پر مامون و محفوظ ہو جانے پر مرکوز ہو گئی ہے، جو دین کا علانیہ نام لیتا ہے، معاشرہ کو دینی تعلیمات اور اسلام کی معاشرتی و اخلاقی اور شرعی تعلیمات کا عامل و حامل اور اس کا نمونہ دیکھنا چاہتا ہے، کہیں اس طبقہ کے لیے "متشدّدین" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، کہیں "متزمتین" کہیں "رجعیین" کا، کہیں "مبدئین" کا، کہیں "اصولیین" کا، ان کے خلاف بڑے بڑے ذمہ داران حکومت تقریریں کرتے ہیں، ان کے متعلق عالمِ اسلامی کے علماء سے استفسار اور استفتاء کیا جاتا ہے، حکومت کے ترجمان یا ہم خیال اخبارات و رسائل میں مضامین نکلتے ہیں، کانفرنسیں اور سیمنار ہوتے ہیں، اور اب ڈر یہ ہے کہ شاعر کا یہ مصرعہ۔

تڑپے ہے مُرغ قبلہ نما آشیانہ میں

حقیقت نہ بن جائے، بلکہ اس سے بڑھ کر مُرغ قبلہ نما کی زبان سے یہی الفاظ نہ نکلنے لگیں، جو یہ ترقی پسند ممالک اور امریکہ کے غاشیہ بردار بے محابا اپنی زبان سے نکالتے ہیں، اس وقت یہودیوں اور مسیحیوں کی سازش کو ناکام بنانے کے لیے جو عالمِ اسلام کے لیے صلیبی جنگوں اور تاتاری حملوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے، علمی و فکری، بلاغی (اشاعتی) و سیاسی و تنظیمی، ملکی و بین الاقوامی ہر سطح پر مؤثر جدّوجہد کی ضرورت ہے کہ جب اسلام کو زندگی سے خارج کر دیا جائے گا، اور اصول و مبادی، خطوط و حُدود، سب مٹا دیئے جائیں گے، تو پھر وہ دین کہاں باقی رہ جائے گا، جو کفر و ایمان، توحید و شرک، یہاں تک کہ سنّت و بدعت، طاعت و معصیت، صلاح و فسق، صدق و کذب اور حلال و حرام میں فرق کرتا ہے، اور جو صاف کہتا ہے "قدتبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروہ الوثقیٰ" (سورۃ البقرہ: ۲۵۶) (ہدایت تو گمراہی سے صاف صاف کھل چکی ہے، جو کوئی طاغوت سے کفر کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے اُس نے ایک بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا) اور اس کا مطالبہ ہے "یاایھاالذین امنوا ادخلوا فی السلم کافّہ ولاتتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین" (سورۃ البقرہ: ۲۰۸) (اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے

نقش قدم پر نہ چلو۔ وہ تو تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے) اور جس کا صاف اعلان ہے "ان الدین عنداللہ الاسلام" (سورۃ آل عمران: ۱۹) (یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔)

اس لیے اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا چیلنج اور اس کے لیے سب سے بڑا خطرہ وہ تحریک اور مغربی سازش ہے، جو "بنیاد پرستوں" اور "بنیاد پرستی" کا نام دے کر عمومی مذاہب اور خاص طور پر (اور حقیقتاً) اسلام کے خلاف شروع کی گئی ہے۔